بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

۱
خم مثلِ ہلالِ شبِ اوّل ہوئے عابدؑ جب طوق و سلاسل میں مسلسل ہوئے عابدؑ
اعدا تو چڑھے گھوڑوں پہ، پیدال ہوئے عابد اس شکل سے راہی سوئے مقتل ہوئے عابدؑ
رانڈوں میں تو محبوسیٔ سجّاد کا غل تھا
ہر گام پہ زنجیر کی فریاد کا غل تھا

۲
رانڈوں میں تھا یہ شور کہ ہے ہے شہِ مظلوم بے دینوں میں تھی تہنیتِ فتح کی اک دھوم
بیمار کو آنکھوں سے نہ کچھ ہوتا تھا معلوم اور شرم سے نہوڑائے تھے سر عابدِ مغموم
اک ہاتھ میں زنجیر بہ صد رنج و محن تھی
اک ہاتھ میں ماں بہنوں کے اونٹوں کی رسن تھی

۳
حلقے میں دل آزاروں کے وہ یوسفِ ثانی تلواریں لئے چار طرف ظلم کے بانی
وہ طوق کا لنگر وہ سلاسل کی گرانی غربت کا الم، بے پدری، تشنہ دہانی
مڑکر کبھی زینبؑ کے رخِ پاک کو دیکھا
بیڑی کبھی دیکھی، کبھی افلاک کو دیکھا

صدمے سے گرا پڑتا تھا وہ نازوں کا پالا ۴ لغزش میں نہ تھا، ہاتھ کوئی تھامنے والا
زنجیر جو ہاتھوں سے چُھٹی طوق سنبھالا تھا چاند سے سینے میں کلیجہ تہ وبالا
مرقد نہ بنا باپ کا یہ فکر بڑی تھی
اک جانِ حزیں لاکھ مصیبت میں پڑی تھی

دل سوز نہ کوئی، نہ کوئی مونس و غم خوار ۵ نرغے میں دل آزاروں کے وہ صاحب آزار
اس پر یہ مصیبت کا گرا کوہِ گراں بار شیشے سے سوا ہوتا ہے نازک دلِ بیمار
تعویذِ شفا اس کو پنھاتے تو بجا تھا
یاں طوقِ گراں بار کے حلقے میں گلا تھا

یا بیڑیاں بھاری اسے لاکر ہیں پنھاتے ۶ دستور ہے بیمار کے ہیں پاؤں دباتے
ماں باپ کے سرکاٹ کے اس کو ہیں دکھاتے ماتم کی خبر کو ہیں مریضوں سے چھپاتے
یہ دکھ نہ کسی صاحبِ آزار نے دیکھے
ہاں بعد پدر عابدِ بیمار نے دیکھے

بیمار کو پانی نہ ملا کیسی ٹھنڈائی ۷ ہفتم سے جو اعدا کی ہوئی شہ پہ چڑھائی
شہ ذبح ہوئے، لٹ گئی زہراؑ کی کمائی عاشور کو غش تھے کہ یکایک خبر آئی
ہوش آیا تو گھر آگ میں جلتے ہوئے دیکھا
ماں بہنوں کو بلوے میں نکلتے ہوئے دیکھا

بیمار نے جز شکر خدا لب نہ ہلائے ۸ کیا کیا نہ ستم اہل شقاوت نے دکھائے
کس صبر سے نہوڑا دیا سر، پاؤں بڑھائے جب طوق و سلاسل کو عدو سامنے لائے
تھی فکر گنہ گاروں کی اس رنج و محن میں
بندھوا دیئے امت کے لئے ہاتھ رسن میں

تھا صاحبِ اعجاز کو سب طرح کا مقدور ۹ ہونٹوں کے ہلانے میں فنا ہوتے وہ مقہور
تھی نار سے آزادیٔ امت انھیں منظور دانستہ ہوئے قید، نہ بے کس تھے، نہ مجبور
زنجیر سے ہر گام پہ لغزش ہوئی پا کو
چھوڑا نہ مگر سلسلۂ صبر و رضا کو

پھوپیاں سرِ ناقہ نظر آتی تھیں کھلے سر ۱۰ ہاتھوں سے چھپائے ہوئے منہ روتی تھیں مادر
بے پردہ تھی اک رات کی بیاہی ہوئی خواہر چچیاں تھیں اس انبوہ میں بے مقنع و چادر
ناموسِ محمدؐ پہ تو یہ ظلم و ستم تھا
اور سامنے سر باپ کا نیزے پہ علم تھا

فریاد تھی رانڈوں میں کہ اے قافلہ سالار ۱۱ منہ کاہے سے ڈھانپیں حرمِ حیدرِؑ کرار
کس درد سے فرماتے تھے سجّادِ دل افگار صابر رہو، شاکر رہو، جو مرضیٔ غفار
چھننے کا رداؤں کے عبث رنج و الم ہے
کیا چادرِ تطہیر کا پردہ تمھیں کم ہے

موئے سرِ پُر نور سے چہرے کو چھپالو ۱۲ شکوے کی کوئی بات زباں سے نہ نکالو
لازم ہے تمھیں صبر، کلیجوں کو سنبھالو غربت میں اسیری کی بھی تکلیف اٹھالو
چادر نہیں سر پر تو ضرر کیا ہے تمھارا
پردہ رہے امّت کا، یہ پردہ ہے تمھارا

گوآج نہیں محمل و ہودَج کی سواری ۱۳ کل دے گا تمھیں ناقۂ نور ایزدِ باری
موقوف رداؤں پہ نہیں شان تمھاری تم نورِ خدا ہو، تمھیں کیا دیکھیں گے ناری
عریانی سے تم لوگوں کی عزت نہیں جاتی
پوشش جو نہ ہو کعبے کے حرمت نہیں جاتی

یہ کہتے تھے جو قتل کا میداں نظر آیا ۱۴ کاٹا ہوا زہرؑا کا گلستاں نظر آیا
دیکھا جسے وہ خاک پہ بے جاں نظر آیا سوتے ہوئے شیروں کو نیستاں نظر آیا
روحیں تو نثارِ پسرِ شاہِ نجف ہیں
پیاسوں کی کٹی گردنیں قبلے کی طرف ہیں

اس شکل سے صحرا میں پڑے تھے وہ دلاور ۱۵ جس طرح مرقع کہیں ہو جاتا ہے ابتر
سوتے تھے کہیں خاک پہ دو بھائی برابر دولھا کوئی پامال تھا گھوڑوں سے سراسر
بُندے کوئی پہنے ہوئے پیارا سا پڑا تھا
ریتی پہ کوئی طفل ستارا سا پڑا تھا

سوتا تھا لبِ نہر کوئی ہاتھ کٹائے ۱۶ تھا خواب اجل میں کوئی پھل برچھی کا کھائے
تھے جسم لہو میں عوضِ غسل نہائے اتنا بھی نہ تھا کوئی کہ قبریں تو بنائے
دم نکلے تھے مشکل سے کہ وہ تازہ جواں تھے
بالائے زمیں پاؤں رگڑنے کے نشاں تھے

تھا بیچ میں ان لاشوں کے اک لاشۂ بے سر ۱۷ گردن پہ نمایاں کئی جاگہ خطِ خنجر
تھا نیزوں کی کثرت سے یہ حالِ تنِ اطہر جس طرح عیاں خار ہوں ساہی کے برابر
بخشا تھا سرِ عرش نشیمن جو خدا نے
پر کھولے تھے اس اوجِ سعادت کے ہمانے

اِفراطِ جراحت سے سراپا تھا بدن چُور ۱۸ اک قبر کو محتاج تھا وہ صاحبِ مقدور
تھی ریگِ بیاباں عوضِ مرہمِ کافور آئینہ صد پارہ تھا وہ سینۂ پُر نور
زخموں میں لہو سینے کے دبنے سے بھرا تھا
زانو تھا جہاں شمر کا واں ہاتھ دھرا تھا

جس طرح سے ہو ماہ کے نزدیک ستارا ۱۹ پہلو میں تھا اک طفلِ حسیں تیر کا مارا
معلوم یہ ہوتا تھا کہ ہے باپ کا پیارا چھوٹا سا شلوکا تھا بھرا خون سے سارا
کچھ داغ جو دل پر تھے تو کچھ داغ جگر پر
اک ہاتھ تو تھا سینے پہ، اک ہاتھ پسر پر

کہتی تھی یہ حسرت تری غربت کے فدا ہم ۲۰ تھا لاش پہ بیکس کی عجب یاس کا عالم
تھے ہاتھ بندھے ان کے جو تھے صاحبِ ماتم رونے کو سرہانے کوئی مونس تھا نہ ہمدم
تھا گرد کا دامن تنِ صد چاک کے اوپر
شہ رگ سے ٹپکتا تھا لہو خاک کے اوپر

مرغانِ ہوا چھائے تھے کھولے ہوئے شہپر ۲۱ اس دھوپ میں سایہ جو نہ تھا لاشۂ شہ پر
کہتا تھا کہ کیوں پیٹتے ہو بازوؤں سے پر آملتا تھا جب دور سے طائر کوئی اُڑ کر
غم دیکھے ہیں دنیا میں پہ یہ غم نہیں دیکھا
ایسا تو سلیمانؑ کا بھی ماتم نہیں دیکھا

اس سانحہ کی آہ خبر تجھ کو نہیں کیا ۲۲ اُس سے یہ بیاں کرتے تھے وہ طائرِ صحرا
بے سر ہے سرِ خاک محمدؐ کا نواسہ گھر لٹ گیا زہراؑ کا قیامت ہوئی برپا
یہ وہ ہے رسولِ عربیؐ روتے ہیں جس کو
روتے ہیں اسے، سارے نبی روتے ہیں جس کو

آپہنچے جو رانڈوں کو لئے عابدؑ دل گیر صحرا کے پرندوں میں یہ تھی درد کی تقریر
قدموں پہ گرے چھوٹ گئی ہاتھ سے زنجیر ۲۳ بے سر نظر آیا جو انھیں لاشۂ شبیرؑ
بیمار نے نعرہ جو کیا 'یا اَبَتا' کا
تھرّا گیا لاشہ پسرِ شیرِ خدا کا

۲۴
رخصت کے لئے آیا ہے یہ صاحبِ آزار سر پیٹ کے چلّائے یہ سجّادِؑ دل افگار
باندھے ہوئے گردن لئے جاتے ہیں ستمگار صدقے تری مظلومی کے اے سیّدِ ابرار
تلواریں علم سر پہ ہیں دم لے نہیں سکتا
مجبور ہوں حضرت کو کفن دے نہیں سکتا

۲۵
اونٹوں کی رسن ہاتھ میں اور پاؤں میں زنجیر بعد آپ کے امت نے یہ کی ہے مری توقیر
جو قافلے سے چھُٹ گیا ہے اس کی یہ تعزیر پہنایا ہے گردن میں بھی اک طوقِ گلو گیر
بیماری میں جو ہم پہ ستم ہو سو روا ہے
شمشیر سے گردن نہ کٹانے کی سزا ہے

۲۶
کس پیار سے فرزند کو چھاتی سے لگایا اعجاز سے اس لاشے نے ہاتھوں کو اٹھایا
رؤو نہ، کفن ہم نے نہ پایا، تو نہ پایا پھر حلقِ بریدہ سے یہ عابدؑ کو سنایا
اے لال یہی خوں بھری پوشاک کفن ہے
جب خاک ملی خاک میں، پھر خاک کفن ہے

۲۷
اے قافلہ سالارِ حرم عاشقِ باری یہ ذکر تھا جو اونٹ سے فضہ یہ پکاری
ایسا نہ ہو مرجائے یداللہ کی پیاری لو اونٹ سے گرتی ہیں پھوپی جان تمھاری
ماں جائے کی مظلومی و تنہائی پہ روۓ
اونٹوں کو بٹھا دو تو بہن بھائی کو روۓ

۲۸
اچھے مرے بھیا مجھے بابا سے ملادو چلّائی سکینہؑ مرا ناقہ بھی بٹھادو
سوتے ہیں اگر نام مرا لے کے جگادو خوش بو شہِ مظلوم کی چھاتی کی سنگھادو
مارا ہے عبث شمر نے مجھ خستہ جگر کو
دکھلاؤں گی یہ نیل طمانچے کا پدر کو

گھبرا کے پکارا عمرِ سعدِ جفاکار ۲۹ کہہ دو کہ اٹھے لاشے سے اب عابدؑ بیمار
نیزے لیے ناقوں پہ رہیں گرد ستمگار اونٹوں سے زمیں پر کوئی اترے نہ خبردار
خولی سے کہو آگے بڑھے لے کے سروں کو
ہاں جلد روانہ کرو ان نوحہ گروں کو

عابدؑ کو تنِ شاہ سے اعدا نے چھڑایا ۳۰ جی بھر کے پسر باپ کو رونے بھی نہ پایا
جب اونٹ چلے رانڈوں نے یہ شور مچایا رونا نہ ملا لاشوں پہ فریاد خدایا
کُشتے ہوئے سب دفن لعینوں کی طرف کے
لاشے کو نہ گاڑا پسرِ شاہِ نجف کے

ہے ہے ہمیں اونٹوں سے اترنے نہیں دیتے ۳۱ کوشش کفن و غسل کی کرنے نہیں دیتے
کھینچے لئے جاتے ہیں ٹھہرنے نہیں دیتے مظلوم کو تربت میں بھی دھرنے نہیں دیتے
مٹی نہ ملی لاش کو شاہِ شہدا کی
فریاد نبی کی ہے، دہائی ہے خدا کی

اس قافلے سے روتے ہوئے عابدِ مضطر ۳۲ پہنچے پسرِ سعد کے خیمے کے برابر
بیٹھا ہوا تھا کرسی پہ نخوت سے بد اختر اور فتح کی نذریں اسے دیتے تھے ستمگر
تھا جشن کا غل کشتیوں میں آتے تھے خلعت
خدام کھڑے شمر کو پہناتے تھے خلعت

نوفل پسرِ سعد سے کرتا تھا یہ گفتار ۳۳ دو خلعتِ پُر زر کا ہوں میں آج طلبگار
عباسؑ کے شانوں پہ لگائی ہے وہ تلوار جس ضرب سے ٹوٹی کمرِ سیدِ ابرار
کاٹا علمِ شاہ کو شمشیر سے میں نے
مشکیزے میں سوراخ کیا تیر سے میں نے

اس نیزے سے بے جاں ہوا ہم شکلِ پیمبرؐ ۳۴ کس فخر سے کرتا تھا بیاں قاتلِ اکبرؑ
باتوؑ کا جگر، شاہ کا دل، گردنِ اصغرؑ کہتا تھا کوئی چھیدا ہے اک تیر لگاکر
ہر زخم کا انعام جدا چاہیے مجھ کو
اس تیرِ سہ پہلو کا صلہ چاہیے مجھ کو

لختِ دلِ شبرؑ کو ہے اس تیر سے مارا ۳۵ کہتا تھا سنا کر اسے کوئی ستم آرا
نوشاہ زمانے سے پُر ارمان سدھارا رہوار کے پاؤں سے بدن سب کیا پارا
کیا قبر میں ہوئے گا قلق ابنِ حسنؑ کو
رنڈسالہ میسر نہیں اک شب کی دلھن کو

مقنع یہ دلھن کا ہے، یہ باتوؑ کی ہے چادر ۳۶ کہتا تھا کوئی لوٹ کا اسباب دکھا کر
شملہ ہے یہ اکبرؑ کا یہ گہوارۂ اصغرؑ باقرؑ کی یہ ہنسلی ہے، سکینہؑ کا یہ گوہر
یہ خون میں تر جامۂ شاہِ شہدا ہے
پیوند ہیں جس میں یہی زینبؑ کی ردا ہے

نزدیکِ عمر آئے سنبھالے ہوئے زنجیر ۳۷ عابدؑ نے سنی جب یہ ستم گاروں کی تقریر
کی ہے پسرِ فاطمہؑ نے کون سی تقصیر فرمایا کہ قبروں میں تو گاڑے گئے بے پیر
کھلوادے مرے ہاتھ کہ صدمہ ہے جگر کو
میں دفن کروں شیرِ الٰہی کے پسر کو

واللہ گڑا جاتا ہوں میں شرم کے مارے ۳۸ بے دفن و کفن ہیں جو یداللہ کے پیارے
صحرا میں کوئی ہے، کوئی دریا کے کنارے بکھرے ہوئے یاں پھول محمدؐ کے ہیں سارے
ان پھولوں کو مقتل سے اٹھالینے دے مجھ کو
مٹی میں ستاروں کو چھپالینے دے مجھ کو

حاکم کا یہ شُقّہ ہے مرے نام پہ آیا ۳۹ سفاک نے تب چیں بہ جبیں ہو کے سنایا
صحرا سے خبردار جو لاشوں کو اٹھایا توکوفے میں اب تک سرِ شبیرؑ نہ لایا
مرنے پہ بھی راحت تنِ سرور کو نہ دینا
زنہار کفن سبطِ پیمبرؐ کو نہ دینا

چلّائے تنِ شہ کی طرف منہ کو پھرا کر ۴۰ چپ ہوگئے سجادِؑ حزیں سر کو جھکا کر
گاڑے کا غلام آپ کو اب شام سے آ کر جیتا رہا گر قید کی تکلیف اٹھا کر
حیدرؑ کی حمایت میں تنِ شاہ کو سونپا
آئی یہ صدا تم کو بھی اللہ کو سونپا

لاشے کے نہ اٹھوانے کا صدمہ نہ اٹھاؤ ۴۱ صدقے ہو پدر آنکھوں سے آنسو نہ بہاؤ
چادر کوئی مل جائے تو زینبؑ کو اڑھاؤ ہم چین سے یاں سوتے ہیں تم قید میں جاؤ
ماتم میں بہن کو نہ بھلا دیجیو بیٹا
ہر وقت سکینہؑ کی خبر لیجیو بیٹا

اک بوجھ تو ہے طوق کا اک بوجھ ہے گھر کا ۴۲ سہنا ہے تمھیں رنج اسیری میں سفر کا
بابا کے مقدر سے ہے کیا زور پدر کا اے نورِ نظر غم نہ کرو لاشِ پدر کا
دن گزریں گے ایذا کے تو فرصت بھی ملے گی
تم چھٹ کے جب آؤ گے تو راحت بھی ملے گی

راہی ہوئے خیموں کو اکھڑ وا کے ستمگار ۴۳ یہ سن کے چلے روتے ہوئے عابدِؑ بیمار
جز بیکسی و یاس نہ دل سوز، نہ غم خوار بے غسل و کفن رہ گئی نعشِ شہِ ابرار
روتے تھے ملک عرش پہ جب روتی تھی زہراؑ
لاشے سے پسر کے نہ جدا ہوتی تھی زہراؑ

وہ گرمی کے ایام وہ صحرائے خطرناک ۴۴ پتّے کا نہ سایہ تھا بجز سایۂ افلاک
اٹھتے تھے بگولے کہیں، اڑتی تھی کہیں خاک ریتی پہ پڑا تھا پسرِ سیدِ لولاک
بھُن جاتا تھا دانہ بھی جو گرتا تھا زمیں پر
اس دھوپ میں سایہ نہ تھا لاشِ شہِ دیں پر

جب گلشنِ ایماں کو قلم کر چکے اعدا مطلع۲ نیزے پہ سرِ شہ کو علم کر چکے اعدا
ناموسِ محمدؐ پہ ستم کر چکے اعدا ۴۵ تاراج سب اسبابِ حرم کر چکے اعدا
کوفے کی طرف لے گئے ناموسِ نبیؐ کو
گاڑا بھی نہ فرزندِ رسولِ عربیؐ کو

جنات کے رونے کی صدا آتی تھی ہردم ۴۶ پریاں پسرِ فاطمہؑ کا کرتی تھی ماتم
دریا میں یہ تھا شور کہ ہے ہے شہِ عالم اُڑ اُڑ کے پرندے بھی فغاں کرتے تھے باہم
فریاد کا غل اٹھتا تھا ہر بار زمیں سے
ریتی پہ برستا تھا لہو چرخِ بریں سے

ٹکراتے تھے جب کوہ تو اڑتے تھے شرارے ۴۷ چلتے تھے درختوں پہ غم و درد کے آرے
جو کھیت لہکتے تھے وہ مرجھائے تھے سارے اور لوٹتی تھیں مچھلیاں دریا کے کنارے
دانے کا نہ تھا ہوش پرندوں کو جہاں میں
چوپائے نہ منہ ڈالتے تھے آبِ رواں میں

کھیتوں پہ جو آتے تھے وہاں اہل زراعت ۴۸ لاشے نظر آتے تھے انھیں آتی تھی رقت
دن بھر تو وہ سب روتے تھے باصدغم وحسرت اور شب کو گھروں میں بھی نہ تھی غم سے فراغت
کھاتے تھے نہ پیتے تھے نہ سوتے تھے سحر تک
شبیرؑ کی مظلومی پہ روتے تھے سحر تک

جب عورتیں کہتی تھیں یہ با دیدۂ پرنم ۴۹ کیوں بے خور و بے خواب ہو کس بات کا ہے غم
اشک آنکھوں سے تم لوگوں کی تھمتے نہیں اک دم بتلاؤ یہ ہے کون سے مظلوم کا ماتم
کھانے جو پکائے ہیں اسی طرح دھرے ہیں
کون اٹھ گیا دنیا سے کہ دل غم سے بھرے ہیں

تم لوگوں کے غم کھانے کا کھلتا نہیں احوال ۵۰ خرمن پہ گری برق کہ کھیتی ہوئی پامال
کیا پیچ پڑا، کون سا نقصاں ہوا اس سال املاک ہوئی ضبط کہ دنیا میں پڑا کال
کچھ جرم کسی طرح کا ٹھہرایا ہے تم پر
کیا حاکمِ جابر کا عتاب آیا ہے تم پر

وہ بولے کہ ان میں سے کوئی بات نہیں آہ ۵۱ کیا تم سے کہیں ہم پہ جو ہے صدمۂ جانکاہ
تھی تیسری تاریخ محرم کی کہ ناگاہ وارد ہوا اس دشت میں اک بندۂ اللہ
تھوڑے سے ملازم تھے پہ سب غنچہ دہاں تھے
کچھ پیر تھے، کچھ طفل تھے، کچھ تازہ جواں تھے

ہم نے کبھی دیکھے نہیں اس طرح کے خوش رُو ۵۲ میدان میں تھی جلوہ گری نور کی ہر سو
چہروں پہ لٹکتے تھے عجب حسن سے گیسو جب ہنستے تھے تب پھولوں کی آجاتی تھی خوشبو
رتبہ چمنِ خلد کا صحرا کو ملا تھا
دریا کی ترائی میں عجب باغ کھلا تھا

باندھے ہوئے عمامے وہ کعبے کے مسافر ۵۳ آقا کے جلَو میں بسر و چشم تھے حاضر
چہروں سے غریب الوطنی ہوتی تھی ظاہر تسبیحِ زباں ذکرِ خدا صابر و شاکر
وہ چاند سے رخ پیش نظر آج تلک ہیں
اندازِ سراپا سے عیاں تھا کہ ملک ہیں

تھی کاندھوں پہ شملوں کی عماموں کی عجب شاں ۵۴ گیسوئے سرِ حور کو جن پر کریں قرباں
وہ چاند سا سینہ، وہ مہِ نو سے گریباں وہ نورِ تنِ پاک عباؤں سے نمایاں
عالم تھا عجب حسن کا ان بے وطنوں پر
بس قطع تھا زیبائی کا جامہ بدنوں پر

سنولائے ہوئے رنگ صعوباتِ سفر سے ۵۵ پردے نہیں سکتے کبھی تشبیہ قمر سے
دیکھا جو انھیں گر گیا خورشید نظر سے ہونٹوں پہ زیادہ تھی نزاکت گلِ تر سے
چہرے عرق آلود تھے گرمی جو بڑی تھی
ہنگامِ سحر اوس سی پھولوں پہ پڑی تھی

مکّی کوئی، کوئی عربی، کوئی حجازی ۵۶ رہوار تہِ راں عربی، ترکی و تازی
شیرانِ جہاں، صف شکن و صفدرو غازی سجدے تہِ شمشیر کریں، ایسے نمازی
جاں بازی وتسلیم و رضا ختم تھی ان پر
آقا پہ تصدق تھے، وفا ختم تھی ان پر

بے مثل تھا اس فوج میں ایک ایک خوش اطوار ۵۷ دو شخص تھے پر سارے جوانوں میں نمودار
سب میں انھیں دونوں پہ نظر پڑتی تھی ہر بار تھا ایک علمدار تواک فوج کا سردار
رخسار تھے یا نورِ خدا پیشِ نظر تھا
ذرّوں میں یہ خورشید وہ تاروں میں قمر تھا

ان دونوں میں تھا ایک جواں گیسوؤں والا ۵۸ گرد قمر اس شان سے دیکھا نہیں ہالا
قد سرو سا اور حسن میں یوسفؑ سے دوبالا مہرِ فلکِ نور، اندھیرے کا اجالا
سب خلق میں وہ حسن میں ممتاز ہوا تھا
سبزہ بھی ابھی خوب نہ آغاز ہوا تھا

کیا حسن تھا، کیا شان تھی، کیا عزت و توقیر ۵۹ آنکھوں میں بھلی لگتی تھی کیا سرمہ کی تحریر
رخساروں پہ بل کھائی ہوئی زلفِ گرہ گیر تھا فرق سے تا ناخنِ پا نور کی تصویر
اخلاق میں، شوکت میں، شجاعت میں نبیؐ تھا
سایہ جو نہ ہوتا تو رسولِؐ عربی تھا

کس منہ سے کہیں شان علمدارِ شہنشاہ ۶۰ سب کہتے تھے نکلا ہے یہ طوبیٰ کے تلے ماہ
تھی شوکتِ جعفرؑ، تو شکوہِ اسدؑاللہ حاضر تھے جِلَو میں حشم و دبدبہ و جاہ
خورشید بنا جلوہ نما خانۂ زیں پر
گھوڑا دو رکابہ تھا، پہ تھے پاؤں زمیں پر

برپا جو ہوا خیمۂ زنگاریٔ سردار ۶۱ محمل سے حرم خیمے میں داخل ہوئے اک بار
اترے وہ جواں گھوڑے سے، صحرا ہوا گلزار واللہ عجب مصحفِ دیں تھے وہ خوش اطوار
کچھ فکر نہ تھی اور فقط یادِ خدا تھی
تکبیروں کے نعرے تھے، نمازوں کی صدا تھی

یاں ایک غلامِ حبشی اتنے میں آیا ۶۲ اور بعدِ سلام آ کے یہ پیغام سنایا
تم لوگوں کو آقا نے ہمارے ہے بلایا حاضر ہوئے ہم اور سرِ تسلیم جھکایا
خدام پکارے کہ رہے دھیان ادب کا
دربار ہے فرزندِ شہنشاہِ عرب کا

اِستادہ رہے سامنے ہم جوڑے ہوئے ہاتھ ۶۳ تھرّا گئے دل، خوف سے کی جاتی نہ تھی بات
اللہ رے اخلاقِ شہنشاہِ خوش اوقات کی ہم سے غریبوں پہ عجب لطف و عنایات
آداب سے سر قدموں پہ نہوڑا دیا ہم نے
پہلو میں جگہ دی ہمیں اس بحرِ کرم نے

فرمایا کہ تکلیف ہوئی تم کو نہایت　۶۴　لیکن ہے یہ ہم سب کی ملاقات غنیمت
دیندارروں پہ لازم ہے غریبوں سے محبت　　اطفال ہیں ساتھ اور یہ ہے عالمِ غربت
ملتی نہیں مہلت کوئی دم رنج و الم سے
ہم دور وطن سے ہیں وطن دور ہے ہم سے

اس دشت میں تھوڑی سی زمیں ہوتو بسائیں　۶۵　ہے جی میں کہ اب یاں سے کہیں اور نہ جائیں
ایذائے سفر سہہ چکے راحت بھی اٹھائیں　　قبضہ ہوااس بن میں تو سب کام بن آئیں
جاگیر کی خواہش ہے نہ املاک کی خواہش
لے آئی ہے یاں تک ہمیں اس خاک کی خواہش

قیمت کے نہ لینے پہ کیا ہم نے جو اصرار　۶۶　قسمیں ہمیں دے دے کے دیئے درہم و دینار
گھر تک ہم ابھی پھر کے نہ پہنچے تھے کہ اک بار　　فوجیں ہوئیں کچھ شام کے حاکم کی نمودار
تاریخِ ششم کو تو زمانہ ہی پھرا تھا
دولاکھ سواروں میں وہ مظلوم گھرا تھا

بند اُس پہ ہوا ساتویں تاریخ سے پانی　۶۷　سمجھایا، پہ اعدا نے کوئی بات نہ مانی
وہ گرمی کے دن اور وہ غضب تشنہ دہانی　　مرنے لگے اُس سیدِ مظلوم کے جانی
پانی کے نہ پینے سے جو گھبراتے تھے بچے
کوزے لئے خیمے سے نکل آتے تھے بچے

عاشور کو مرنے پہ مسافر ہوئے تیار　۶۸　تلواریں میانوں سے نکلنے لگیں اک بار
ڈھالوں کا لبِ نہر اٹھا ابر دھواں دھار　　ہرسو تھی چمک نیزوں کی اور تیروں کی بوچھار
سر تا بہ قدم خون میں تر ہوتے تھے غازی
تلواروں میں آقا کی سپر ہوتے تھے غازی

حملے جو کئے ظلم شعاروں کو بھگایا ۶۹ دریا سے لعینوں کی قطاروں کو بھگایا
میداں سے پیادوں کو، سواروں کو بھگایا ایک ایک بہادر نے ہزاروں کو بھگایا
کس منہ سے کہیں حال جوانانِ عرب کا
پیاسے تھے، ہوا ظہر تلک خاتمہ سب کا

بے سر جو ہوئی فوج تو تنہا ہوئے سردار ۷۰ ہر سمت سے پڑنے لگی تلوار پہ تلوار
جس وقت گرا گھوڑے سے وہ بے کس و بے یار اک بی بی نکل آئی تھی خیمے سے کئی بار
بکھرائے ہوئے بال وہ آوارہ وطن تھی
عورات نے رو کر کہا ہے ہے وہ بہن تھی

اک بولی کہ آگے کہو کیا گذری پھر اس پر ۷۱ وہ بولے کہ زخمی کے چلا حلق پہ خنجر
تن گھوڑوں سے کچلا گیا، تاراج ہوا گھر اور چھین لی بے دردوں نے اس بی بی کی چادر
کونین میں اس ظلم کا اک شور پڑا ہے
اس روز سے وہ بے کفن و گور پڑا ہے

شب کو جو زراعت کی حفاظت کو گئے ہم ۷۲ اس بن میں نظر آیا عجب طرح کا عالم
کچھ مرد تھے، کچھ بیبیاں، کچھ حوریں تھیں باہم غل 'ہائے حسینا' کا تھا اور کرتی تھیں ماتم
بے جرم و گنہ تیغِ ستم جس پہ چلی ہے
معلوم ہوا وہ کہ حسینؑ ابن علیؑ ہے

آواز یہ آتی تھی کہ اے حوریو آؤ ۷۳ غش آیا ہے خاتونِ قیامت کو اٹھاؤ
کہتے تھے محمدؐ مجھے لاشہ تو دکھاؤ شبیرؑ کہاں ہیں مری چھاتی سے لگاؤ
ٹکڑے دلِ فرزند کے دکھلاتے تھے حیدرؑ
لاشے کو لئے گود میں چلّاتے تھے حیدرؑ

یہ سنتے ہی عورات نے اک شور مچایا ۷۴ گھبرا کے کہا ہائے یہ کیا تم نے سنایا
شبیرؑ تو خاتونِ قیامت کا ہے جایا اس شمعِ امامت کو لعینوں نے بجھایا
مظلوم کا سر تن سے اتارا گیا ہے ہے
لوگو، پسرِ فاطمہؑ مارا گیا ہے ہے

دسویں کو ہوئی شہ کے سر و تن میں جدائی ۷۵ اور آج تلک لاش نہ سید کی اٹھائی
ان کا تو نہ باقی کوئی بیٹا ہے نہ بھائی تم نے بھی نبیؐ زادے کی تربت نہ بنائی
فرزندِ علیؑ دشت میں بے دفن ہے کب سے
معلوم ہوا ڈر گئے حاکم کے غضب سے

تم اوڑھو ردائیں، ہمیں دو جنگ کے ہتھیار ۷۶ بس آج سے تلوار نہ تم باندھیو زنہار
ناخوش ہیں نبیؐ تم سے، علیؑ تم سے ہیں بیزار بے پردہ ہے زینبؑ، ہمیں پردہ نہیں درکار
فوجیں بھی جو بھیجے تو نہ حاکم سے ڈریں گے
اب فاطمہؑ کے لال کو ہم دفن کریں گے

یہ کہتے ہیں عورات نے عریان کئے سر ۷۷ جلدی سے اتارا انھیں جو پہنے تھیں زیور
آغوش سے بچوں کو بھی بٹھلا دیا رو کر اور پھینک دیا سب نے رداؤں کو زمیں پر
گہ سینہ زنی تھی کبھی فریاد و بکا تھی
اس غول میں زہراؑ کے بھی رونے کی صدا تھی

مَردوں نے جو دیکھا کہ چلیں عورتیں باہر ۷۸ گھبرا گئے اور بولے یہ گر گر کے قدم پر
تم روؤ گھروں میں صفِ ماتم کو بچھا کر ہم گاڑتے ہیں لاشۂ فرزندِ پیمبرؐ
دیویں گے کفن شاہِ غریب الغربا کو
منہ ہم کو بھی دکھلانا ہے محبوبِ خدا کو

یہ کہہ کے چلے بیلچے لے لے کے وہ اک بار ۷۹ اور کیں لحدیں فاطمہؑ کے پیاروں کی تیار
سر لے گئے تھے کاٹ کے سب کے جو ستمگار — معلوم نہ ہوتا تھا کہ ہے کون سا سردار
جس خاک پہ ٹکڑے تنِ سرور کے پڑے تھے
یہ لوگ وہاں ششدر و حیران کھڑے تھے

کہتا تھا کوئی کس سے کہیں کون بتائے ۸۰ ہم پوچھیں، جو لاشوں کا شناسا کوئی آئے
سب خوابِ عدم میں ہیں، کوئی کس کو جگائے — احمدؐ کا نواسہ کفن و گور تو پائے
معلوم نہیں کون سی جا وہ شہِ دیں ہیں
لاشے سے صدا آئی وہ مظلوم ہمیں ہیں

صد شکر کہ آخر ہوئے چہلم کے بھی ایام ۸۱ کر دے گا خدا دفن و کفن کا بھی سرانجام
مشرق میں جو ہو موتِ امامِ ذَوِی الاِکرام — مغرب سے امام آتا ہے واں دفن کے ہنگام
رہنے دو زمیں پر نہ اٹھاؤ ابھی ہم کو
ٹھہرو کہ امامِ زمن آیا کوئی دم کو

ناگاہ ہوئی سامنے سے گرد نمودار ۸۲ مقتل کی زمیں ہو گئی سب مطلعِ انوار
آواز فرشتوں کی یہ آنے لگی اک بار — آپہنچے سرِ شاہ لئے عابدؑ بیمار
ہر گام پہ گر پڑتے ہیں یہ زور گھٹا ہے
عمامہ نہیں سر پہ، گریبان پھٹا ہے

مقتل میں کھڑے ہو کے پڑھی پہلے زیارت ۸۳ بس گر پڑے لاشے پہ نہ تھامی گئی رقّت
چلّائے کہ اے دلبرِ خاتونِ قیامت — بے چین تھا میں آپ سے جب سے ہوئی فرقت
پاس آپ کے سب خاک پہ سویا کئے بابا
ہم اتنے دنوں قید میں رویا کئے بابا

کیا ظلم سہے آپ نے اے شاہ خوش اوقات ۸۴ افتادہ رہے دھوپ میں اور اوس میں دن رات
آگے مرے پہنچوں سے ہوئے تھے نہ قلم ہاتھ یہ ظلم ہوئے بعد فنا آپ پہ ہیہات
کس ظالم و بے رحم و بد افعال نے کاٹے
لاشے سے صدا آئی کہ جمال نے کاٹے

سن کر یہ سخن روئے بہت عابدِ بے پر ۸۵ پھر دفن شہیدوں کو کیا بادلِ مضطر
جس وقت اٹھانے لگے شہ کا تنِ اطہر اعجازِ امامت سے اٹھے سبطِ پیمبرؐ
عابدؑ جو گرے پڑتے تھے افراطِ الم سے
شبیرؑ گئے تابہ لحد اپنے قدم سے

رکھنے جو لگا لاشے کو مرقد میں وہ بیمار ۸۶ اک چادرِ نور آکے بچھی قبر پہ اک بار
ناگہ ہوئے تربت سے کئی ہاتھ نمودار سر کھولے یہ چلاتی تھی زہرؑا جگر افگار
بے کس کو، نبی زادے کو، مغموم کو لاؤ
میں صدقے ہوں لاؤ، مرے مظلوم کو لاؤ

حیدرؑ کی صدا آتی تھی ہے ہے مرا پیارا ۸۷ آہستہ اٹھاؤ کہ بدن چور ہے سارا
کہتے تھے نبیؐ امّتِ بے دین نے مارا ان باغیوں نے لوٹ لیا باغ ہمارا
بلواکے مدینے سے مسافر پہ جفا کی
اچھی ہوئی دعوت پسرِ شیرِ خدا کی

مٹّی جو لگے قبر میں سجادؑ گرانے ۸۸ اس وقت لگی قومِ اسد خاک اڑانے
منہ پیٹ لیا ہاتھوں سے محبوبِ خدا نے زہرؑا تھیں کبھی پائینتی اور گاہ سرہانے
گھبرائے ہوئے گردِ لحد پھرتے تھے حیدرؑ
اٹھتے تھے کبھی اور کبھی گرتے تھے حیدرؑ

۸۹ بیتاب ہیں رقت سے شہِ دیں کے عزادار اب وقتِ خموشی ہے انیسِؔ جگر افگار
ہوں آپ کی سرکار سے عزت کا طلبگار مولا سے یہ کر عرض کہ یا سیدِ ابرار
برگشتہ زمانہ ہے مدد کیجیئو مولا
ناقدروں کے احساں سے بچا لیجیئو مولا